بچوں کا ادب اور اردو کی شعری روایت

ڈاکٹر وسیم بیگم

ایسوسی ایٹ پروفیسر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی لکھنؤ کیمپس، لکھنؤ (یوپی)، موبائل: 9935980119

بچوں کے ادب کو اردو شعری ادب میں قابلِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا یا اس پر اتنی توجہ مبذول نہیں کی جاتی جس کا وہ مستحق ہے۔ یہاں یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ بچوں کا ادب ہمارے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے یہ ہمارے لیے کتنا ضروری یا غیر ضروری ہے؟ بہت سے تخلیق نگار اور ناقدین با آسانی یہ بات کہہ دیتے ہیں کہ بچوں کے ادب میں کیا رکھا ہے یہ تو کوئی بھی عام انسان لکھ سکتا ہے، لیکن شاید وہ یہ نہیں جانتے کہ کسی بھی تخلیق کے لیے تخلیقی صلاحیتوں کا ہونا کتنا ضروری ہے۔ اگر حقیقت دیکھی جائے تو یہ ہے کہ آج اردو ادب کو دوسری شعری اور نثری اصناف کے ساتھ بچوں کے ادب کی کہیں زیادہ ضرورت ہے کیونکہ جو شعر و ادب ہمارے شعرا اور ادیب تخلیق کر رہے ہیں ان کا قاری بھی تو چاہیے، جب قاری ہمارے درمیان سے غائب ہو جائے گا تو ہم اچھے سے اچھا ادب کیوں نہ تخلیق کر لیں وہ ہمارے لیے بے سود ہوگا۔ سب سے پہلے ہم کو ان جڑوں کو پانی دینا ہوگا جو روز بروز سوکھتی جا رہی ہیں، ان جڑوں کو ہمیں سرسبز و شاداب کرنا ہے۔ اگر ایک مرتبہ کسی تناور پیڑ کی جڑیں سوکھ جائیں تو پھر وہ درخت گر جاتا ہے اور اپنی شناخت کھو بیٹھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے مواقع فراہم کیے جائیں کہ بچوں میں اپنی مادری زبان پڑھنے کا ذوق و شوق پیدا ہو تبھی وہ ادب بھی کارآمد ثابت ہوگا جو اطفال کے لیے لکھا جا رہا ہے۔

امیر خسرو (خالق باری) سے لے کر اکیسویں صدی تک گاہ بہ گاہ بچوں کا ادب تخلیق ہو رہا ہے لیکن اس کی رفتار سست ہے۔ میر تقی میر نے بچوں کے لیے بہت سی اچھی نظمیں لکھیں، ان میں 'موہنی بلّی، بکری اور کتّے، مورنامہ، مچھر، کھٹمل اور مرغوں کی لڑائی' وغیرہ بہت مشہور ہوئیں۔ ان کے بعد نظیر اکبر آبادی، محمد اقبال، اسماعیل میرٹھی، شفیع الدّین نیّر، افسر میرٹھی، محمد صابر اور عادل اسیر وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

۱۷۹۳ء میں سب سے پہلے لکھنؤ میں انشاءاللہ خاں انشا نے نثر میں رانی کیتکی کی کہانی پیش کی یہ نہ صرف بچوں کے لیے نثری تصنیف کا درجہ رکھتی ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو اردو اور ہندی دونوں زبانوں کے افسانوی ادب کی ابتدا ہی اس کہانی سے ہوئی ہے اس میں اس زبان کا استعمال کیا گیا ہے جو خالص ہندوستانی ہے۔ یہاں نظیر اکبر آبادی، محمد اقبال، اسماعیل میرٹھی نے بچوں کے لیے جو ادب تخلیق کیا ان کے موضوعات اور مواد کا مختصراً جائزہ پیش کیا جائے گا۔

بچوں کے ادب پر لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ان بچوں کی نفسیات کو جانا جائے جن کے لیے یہ ادب تخلیق ہو رہا ہے، ان کی دلچسپیاں، ان کا ذوق و شوق، ان کی پسند و ناپسند ہر چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ نثر کے مقابلے میں شاعری زیادہ دلچسپ اور دل کو لبھانے والی ہوتی ہے۔ فوری طور پر کوئی بھی بچہ اس کا اثر جلدی قبول کرتا ہے۔ بچوں کو چھوٹی چھوٹی نظمیں جلدی ذہن نشین ہو جاتی ہیں اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اردو ادب میں جو بھی ادب اطفال کے لیے تخلیق کیا گیا اس کا ایک بڑا حصّہ شاعری پر مبنی ہے، کیونکہ بچے جانوروں، پرندوں، قدرتی مناظر سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اسی لیے زیادہ تر شعرا کے یہاں ان موضوعات پر ضرور لکھا گیا۔

نظیر اکبر آبادی نے کبوتر بازی، بلبلوں کی لڑائی، گلہری کا بچہ، ریچھ کا بچہ، بیا کے عنوان سے بچوں کے لیے اچھی نظمیں لکھیں۔ 'بلبلوں کی لڑائی' میں کشتی دکھائی ہے اور اس کشتی کو دیکھنے دور دور سے لوگ آ گئے۔ انسان تو انسان جانور بھی شامل ہو گئے سب جانوروں نے اپنی اپنی آوازوں میں بلبلوں کی لڑائی کی داد دی۔ یہ ترجیع بند ملاحظہ کیجیے جو بچوں کے لیے پر لطف بھی ہے اور اس دور کی تہذیب کو بھی ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

دس میں تو دونوں کٹ کٹ لڑتی تھیں کر کے گڈا
جب تیسری کو چھوڑا پھر تو ہوا تگڈا
خلقت بھی آ کر ٹوٹی، چھوڑا اپنا اڈّا
کڑکی کسی کی پسلی، ٹوٹا کسی کا ہڈّا
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

(کلیاتِ نظیر، ص: ۴۴۹)

نظیر کی اسی موضوع سے متعلق ایک اور اچھی نظم ہے 'کوّے اور ہرن کی دوستی' کے عنوان سے اس میں شاعر نے اس طرف توجہ مبذول کرائی ہے کہ جب کسی سے دوستی کرو تو پوری سمجھ بوجھ کے ساتھ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کو تم

اپنا دوست اور ہمدرد سمجھ رہے ہو وہ تمھارا دشمن نکلے اور اس دوستی کی آڑ میں وہ تم کو ایسا نقصان نہ پہنچادے جس کی بھرپائی بھی ممکن نہ ہو۔

دن دوسرے ہرن کنے گیدڑ پھر آ گیا
کوّے کو سوتا دیکھ یہ بولا وہ پر دغا
میں آج دیکھ آیا ہوں کیا کھیت ایک ہرا
تم کھاؤ اس کو چل کے تو ہو شاد دل میرا
سنتے ہی اس کے ساتھ اچھلتا چلا ہرن

(کلیاتِ نظیر، ص:۶۲۹)

علاّمہ اقبال جو بیسویں صدی کے مقبول و معروف شاعر ہیں انھوں نے بچوں کے لیے بہت سی اچھی سبق آموز نظمیں تخلیق کیں، ان کی نظم 'ایک پہاڑ اور گلہری' کے عنوان سے ایک بہترین نظم ہے اس میں انھوں نے بچوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ جو بھی نعمت تم کو اللہ ربّ العالمین کی طرف سے عطا کی گئی ہے اس پر غرور نہ کرو، اتراؤ نہیں بلکہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، گلہری کی زبان سے یہ گفتگو سنیے جو دلچسپ بھی ہے اور بچوں کو غور و فکر کی دعوت بھی دیتی ہے۔

بڑا جہاں میں تجھ کو بنا دیا اس نے
مجھے درخت پر چڑھنا سکھا دیا اس نے
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
نری بڑائی ہے! خوبی ہے اور کیا تجھ میں
جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو
نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

(کلیاتِ اقبال، ص:۳۱)

'ایک گائے اور بکری' بھی اقبال کی ایک ایسی نظم ہے جس میں انھوں نے انسان کی عظمت کی طرف معنی خیز اشارے کیے ہیں اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اس دنیا میں چاروں طرف جو رونقیں اور بہاریں موجود ہیں وہ سب آدمی کے وجود سے ہیں اگر دنیا میں آدمی نہیں ہوتا تو یہ پوری دنیا ویران ہوتی۔

اسمٰعیل میرٹھی کی بھی اس موضوع سے متعلق ایک اچھی نظم ہے 'ایک کتا' کے عنوان سے اس میں شاعر نے اطفال کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ لالچ بُری بلا ہے غرور اور لالچ کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ زیادہ کے چکر میں انسان تھوڑے کو بھی گنوا دیتا ہے، اس پوری نظم کی زبان سادہ، سلیس اور پرکشش ہے۔

''منہ میں ٹکڑا لیے ہوئے کتا/ ایک دریا کو تیر کر اترا/ پانی آئینہ لے رہا تھا چمک/ نظر آتی تھی تہ کی مٹی تک/ اپنی پرچھائیں پر کیا جو غور/ اس کو سمجھا کہ ہے یہ کتا اور/ حرص نے ایسا بے قرار کیا/ جھٹ سے غرا کے اس پہ وار کیا/ جوں ہی ٹکڑے پہ اس نے منہ مارا/ اپنا ٹکڑا بھی کھو دیا سارا''

(بحوالہ اردو میں بچوں کا ادب، خوشحال زیدی، ص:۳۰۴)

مناظر فطرت کا ذکر اقبال کی نظم 'ایک پہاڑ اور گلہری' میں آچکا ہے۔ اسمٰعیل میرٹھی کی نظم 'کوہ ہمالہ' اس قبیل کی اچھی نظم ہے، اس میں انھوں نے سادہ اور آسان زبان استعمال کی ہے، سبک اور شیریں الفاظ کا سہارا لیا ہے ایسی زبان کو بچہ دلچسپی اور خوشی کے ساتھ پڑھنا اور سیکھنا چاہتا ہے۔ اسمٰعیل میرٹھی کی یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جس میں بچہ شروع سے آخر تک بندھا رہتا ہے۔ وہ پوری نظم کو شروع سے آخر تک پڑھنا چاہتا ہے اس کے ہر لفظ پر غور و فکر کرتا ہے، اگر اس جگہ مشکل زبان کا استعمال ہوتا طالب علم اس میں دلچسپی نہیں لیتا۔ اقبال کی بھی اس عنوان سے متعلق ایک نظم ہے 'ہمالہ' لیکن یہاں شاعر نے مشکل پسندی سے کام لیا ہے۔ اس لیے اس میں وہ روانی، دلچسپی اور برجستگی نہیں ملتی بچے شاعری میں جس کے متلاشی ہوتے ہیں' کچھوا اور خرگوش' میں بھی اسمٰعیل میرٹھی نے بچوں کو خاموشی کے ساتھ یہ ہدایت دی ہے کہ لگاتار اور مستقل محنت کرنے والے ہمیشہ آگے نکل جاتے ہیں اور کامیابی ان کے قدم چومتی ہے، غفلت میں رہنے والے انسان کو کبھی زندگی میں کامیابی نہیں ملتی، انھوں نے محنت اور مشقت پر اپنی نظموں میں مستقل زور دیا۔ تاکہ بچوں میں بچپن سے ہی محنت کی عادت پڑے۔ 'پن چکّی' اس سلسلے کی ایک اچھی نظم کہی جا سکتی ہے۔

''نہر پر چل رہی ہے پن چکّی/ دھن کی پوری ہے کام کی پکّی/ بیٹھتی تو نہیں کبھی تھک کر/ تیرے پہیے کو ہے سدا چکر/ پیسنے میں لگی نہیں کچھ دیر/ تو نے جھٹ پٹ لگا دیا ایک ڈھیر/ لوگ لے جائیں گے سمیٹ سمیٹ/ تیرا آٹا بھرے گا کتنے پیٹ/ دل سے محنت کرو جو خوش ہو کر/ نہ کہ اُکتا کے خامشی کے ساتھ/ دیکھو چل رہی ہے پن چکّی/ دھن کی پوری ہے کام کی پکّی'' (بحوالہ اردو میں بچوں کا ادب، ص ۳۷۳)

جانوروں کی طرح پرندے بھی بچوں کی دنیا میں بہت اہمیت رکھتے ہیں خاص طور پر جگنو ایک ایسا پرندہ ہے جس میں قدرتی روشنی موجود ہوتی ہے اور بچے خاص طور پر اس میں دلچسپی لیتے ہیں اقبال نے 'جگنو' کے عنوان سے نظم لکھی اس میں انھوں نے جگنو کی تعریف و توصیف بیان کی ہے اور خدا ہر کام پر قادر ہے اس کی برتری اور اس کی قدرت کا اعتراف کیا ہے، 'ایک پرندہ اور جگنو' کے عنوان سے بھی ان کی ایک بہترین نظم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اقبال ایک بڑے فلسفی ہیں انھوں نے قدرت کی طرف سے عطا کی ہوئی ہر چھوٹی سے چھوٹی شے پر غور و فکر کیا اور اس کی طرف سے دی ہوئی ہر نعمت کا شکر ادا

کیا، بچوں کے لیے انھوں نے جتنی نظمیں لکھیں ان کی کوشش یہی رہی ہے کہ بچوں میں مشاہدہ کا ذوق وشوق پیدا ہو، ان میں ہر ادنیٰ سے ادنیٰ شے کے متعلق جاننے کی جستجو پیدا ہو، آج سائنس جن سوالات پر زور دے رہی ہے کہ یہ چیز کب، کہاں اور کیوں پیدا ہوئی، انہی سوالات کے ارد گرد پوری ریسرچ کام کرتی ہے یہی عادت تقریباً ایک صدی پہلے اقبال نے بچوں میں ڈالنے کی کوشش کی ہے وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی شے کا مشاہدہ کریں، اس پر غور و فکر کریں اور ہرگز اپنے آپ کو اعلی و ارفع اور دوسرے کو کمتر تصور نہ کریں۔

اقبال بچوں کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کی فکر یہ تھی کہ بچوں میں مثبت سوچ کو بیدار کیا جائے تا کہ یہ بچے بڑے ہو کر اپنی زندگی میں کامیاب و کامران ہوں 'ایک پرندہ اور جگنو' میں انھوں اس طرف معنی خیز اشارے کیے ہیں۔ شام کے وقت ایک پرندے نے جگنو کو دیکھا اور وہ اس کی جانب بڑھا تا کہ اس کو کھا کر اپنے پیٹ کی آگ بجھا سکے، اس سے پہلے کہ یہ پرندہ اس کو اپنے منہ میں ڈالتا، جگنو پرندے سے مخاطب ہوا اور اس نے کہا کہ تو اس طرح مجھے اپنی خوراک نہیں بنا سکتا جس قدرت نے تجھ کو تخلیق کیا اور تجھے دل لبھانے والی آواز دی اسی خالق نے مجھ کو بھی پیدا کیا اور میرے پروں کو روشنی عطا کی۔ ہم دونوں ہی اس چمن میں رہتے ہیں اچھا یہی ہے کہ ہم یہاں مل جل زندگی بسر کریں، ایک دوسرے کے کام آئیں، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کریں، اس دنیا کی محفل اسی ہم آہنگی اور بھائی چارہ سے چلتی ہے، آپسی میل محبت سے ہی اس باغ کی بہاریں قائم ہیں۔

اگر اس پوری نظم پر غور وفکر کیا جائے تو اقبال اپنے وطن ہندوستان کی بات کر رہے ہیں اور بچوں کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ آپسی میل محبت میں سب کی بھلائی ہے، اقبال ہمیشہ اپنے وطن کو سرسبز و شاداب دیکھنے کے متمنّی تھے 'ہمدردی' اقبال کی بہترین اور سبق آموز نظم ہے جس میں انھوں نے بچوں میں ہمدردی کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ وقت پڑنے پر ہر انسان ایک دوسرے کی مدد کرنے پر آمادہ رہے۔

''ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا/بلبل تھا کوئی اُداس بیٹھا/کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی/اُڑنے چگنے میں دن گزارا/پہنچوں کس طرح آشیاں تک/ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا/سن کر بلبل کی آہ وزاری/جگنو کوئی پاس ہی سے بولا/حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے/کیڑا ہوں اگر چہ میں ذرا سا/کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری/میں راہ میں روشنی کروں گا/اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل/چمکا کے مجھے دیا بنایا/ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے/آتے ہیں جو کام دوسروں کے''

اقبال کی یہ نظم دلوں کو متاثر کرنے والی ہے، اس کے سبک اور شیریں الفاظ نے اس میں روانی، ترنّم اور موسیقی اس طرح بھر دی ہے کہ پوری نظم جذبات کے اظہار کا مرقع بن گئی ہے۔

'بچے کی دُعا' اقبال کی بہترین نظموں میں سے ایک ہے، اس میں بچہ اللہ ربّ العالمین سے خود مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے اللہ مجھ کو دنیا کا ایسا انسان بنا دے جو سدا سب کی مدد کرے، جہاں کہیں بھی جہالت کا اندھیرا ہو میں اس اندھیرے کو اپنے علم کی روشنی سے مٹا دوں، میرے وطن کا نام بھی میرے ہی دم سے روشن ہو، میں تمام ضرورت مندوں کی مدد کروں، اے اللہ مجھے ہر برائی سے محفوظ رکھنا اور جو نیک اور سیدھا راستہ ہو مجھے اس پر چلانا۔ اس قبیل کی نظمیں تو بہت سے شعرا نے لکھیں لیکن اقبال کی یہ نظم جس طرح مقبول و معروف ہوئی، یہ شہرت اور یہ منزلت کسی دوسری دُعائیہ نظم کو نصیب نہیں ہو سکی، اس نظم کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے یہ بند ملاحظہ کیجیے:

''لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنّا میری/زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری/دور دنیا کا میرے دم سے اندھیرا ہو جائے/ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے/ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت/جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت'' (ص:۳۴)

اقبال کا ترانہ 'ہندی' ایسا ترانہ ہے کہ رہتی دنیا تک اس کی عزت اور احترام ہمارے دلوں میں زندہ رہے گا۔ مزید یہ کہ اس ترانے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اقبال کو اپنے وطن سے کتنی محبت اور عقیدت تھی لیکن افسوس آج اس آزاد ہندوستان میں اقبال جیسے سیکولر شاعر کو قدر و منزلت کی اس نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا جس کے وہ مستحق ہیں۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بُلبُلیں ہیں اس کی یہ گُلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم، رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا
اے آبِ رودِ گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

(کلیاتِ اقبال، ص:۸۳)

○○